حاملانِ قرآن

حضرت قطب عمادی

از

جناب مولوی محمد عثمان صاحب عمادی بی ایس سی (علیگ)

تا زہر بادے نجنبی پاید امن کش چو قطب

کادمی شت غبار و دہر باد صر صراست

حضرت شیخ عماد رضی اللہ عنہ کے خیر الخلاف اور علمائے آل عماد کے نعم السلف تھے خلافت نبوی پر اپنے والد کی وساطت سے فائز ہوئے تیمناً حضرت قطب بینادل سے بھی خلافت حاصل تھی علوم کی تکمیل اپنے والد ہی سے فرمائی حقائق کلام اللہ و تدبر فی آیات اللہ میں اس قدر انہماک تھا اور حلقہ درس میں ایسے ایسے اسرار و معارف آپ پر منکشف ہوتے تھے کہ لاعَیْنٌ رَأَتْ ولا اُذُنٌ سمعتْ ولا خطر علیٰ قلبِ بشرٍ، اسی لیے علماء کاملین آپ کو حبر الامۃ اور ابن عباس ثانی کہتے تھے۔

حکام دنیا سے سخت کنارہ کش تھے، ایک مرتبہ سلطنت نے خدمت صدارت کے لئے آپ کو دار السلطنت میں بلایا، فرمان طلب پر آپ نے یہ فقرہ لکھکر واپس فرمایا کہ "القطب لن یتحرک من مکانہٖ" (قطب از جا نمی جنبد) بطور مثل سائر یہ فقرہ زبانوں پر دائر ہے۔

کلام اللہ کے متعلق آپ کے امالی کے بعض حقائق پیشکش ہیں۔

قریہ کی بحث | حضرت بن یامین کی جانب انتساب سرقہ کی ذیل میں قریت کی بحث تھی کہ "واسئل القریہ"

کہنا اور "واسئل اہل القریہ" مراد لینا کیا لطف رکھتا ہے اور اس میں کیا خاص بلاغت ہے؟

فرمایا پوری آیت یوں ہے :-

اِرْجِعُوْا اِلٰی اَبِیْکُمْ فَقُوْلُوْا یٰاَبَانَا اِنَّ ابْنَکَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَا اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا کُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ، وَاسْئَلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْهَا وَالْعِیْرَ الَّتِیْ اَقْبَلْنَا فِیْهَا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ -

یوسف کے بڑے بھائی نے اپنے چھوٹے بھائیوں سے کہا کہ والد کے پاس لوٹ جاؤ اور کہو کہ ابا جان آپکے صاحبزادے نے چوری کی ہم نے وہی کہا جس کا ہمیں علم ہوا غیب کے حافظ ہم نہ تھے اس قریہ سے پوچھیے جس میں ہم تھے اس قافلہ سے پوچھیے جس کے ساتھ ہم آئے کہ حقیقت میں ہم سچے ہیں۔

فرمایا :- آجکل قریہ گاؤں کو کہتے ہیں کہ درجہ میں شہر سے فروتر ہوتا ہے، لیکن برادران یوسف علیہم السلام تو مصر کے دارالملک میں فروکش ہوئے تھے اور وہیں ان کا قافلہ بھی ٹھیرا تھا، پھر اس کو گاؤں (قریہ) کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

تحقیق معنے | اصل یہ ہے کہ قدیم عربی زبان میں قریہ کے معنی آبادی کے تھے، اُن میں مقام و منزل کی اہمیت نہ تھی، مقیم و نزیل ہی سے اُن کو سروکار تھا۔

وَمن مذهبی حب الدیار لاهلها

(میرا مذہب یہ ہے کہ گھروں کی محبت گھر والوں کی باعث ہے)

وللناس فیما یعشقون مذاهب

(دوسرے لوگوں کے طور و طریق اس باب میں جدا جدا ہیں)

بحرین کے عمالقہ نے جنھیں آجکل فینیقی کہتے ہیں اندلس کے ساحل پر ایک شہر آباد کیا تھا اور اس کا نام "القریہ" رکھا تھا، اگر قریہ گاؤں ہوتا تو یہ شہر کا نام نہ پڑتا، قریہ سے صرف انسانی آبادی مراد ہے اور بس

اعجاز مقال | ایک بات اور بھی ہے ابوبکر بن الانباری کہتے ہیں :-

اسئال القرية والعير والجدار و الحيطان فانها تجيبك و تذكر لك صحة ما ذكرناه لانك من اكابر انبياء الله فلا يبعد ان ينطق الله هذه الجمادات معجزة لك حتى تخبر بصحة ما ذكرناه

قریہ سے پوچھو، قافلہ سے پوچھو، دیواروں سے پوچھو، احاطے سے پوچھو، یہ سب جواب دیں گے اور ہمارے بیان کی صحت پر صاد ہوں گے آپ بڑے پیغمبروں میں ہیں کیا دور ہے کہ بطور معجزہ کے اللہ تعالیٰ ان جمادات کو گویا کر دے کہ ہمارے بیان کی درستی پر ناطق ہوں۔

زبان حال: ابن الانباری کا بیان، دلیل معجزہ ہو یا دلیل عجز، ان پر رد و قدح کی ضرورت نہیں، ضرورت یہ ہے کہ اسلوب عرب سے آگاہی ہو، کہتے ہیں۔

سل الارض فقل من حفر انهارك وغرس اشجارك وجنى ثمارك فان لم تجبك حوارا اجابتك اعتبارا

زمین سے پوچھو کہ تیری نہریں کس نے جاری کیں، درخت کس نے لگائے، پھل کس نے چنے، اگر اس نے زبان قال سے اس کا جواب نہ دیا تو زبان حال سے ضرور اس کا جواب دیگی

عرب منازل محبوب سے مخاطب ہوتے ہیں، ٹوٹے پھوٹے گھروں سے خطاب کرتے ہیں:

یا دار عبلة بالجواء تكلمی — وعمی صباحا دار عبلة واسلمی

(اے عبلہ (محبوبہ) کے گھر کہ مقام جواء میں ہے مجھ سے باتیں کر) (اے عبلہ کے گھر میں تجھے صبح بخیر کہتا ہوں اور سلام کرتا ہوں)

والدار لو نطقتنا ذات اخبار

(گھر اگر ہم سے باتیں کرنا چاہے تو اس کے پاس بہتیری خبریں ہیں)

آسمان و زمین کی باتیں: توضیح مزید کے لیے اس مقدمہ کو ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ مدار اسلوب عرب اس پر ہے:

ان الشیء اذا ظهر ظهورا تاما كاملا فقد يقال فيه سل السماء والارض و جميع الاشياء عنه والمراد انه بلغ

جب کوئی چیز پوری طرح اور مکمل طور پر نمایاں ہو چکی ہو تو بعض اوقات اس صورت میں کہتے ہیں آسمان سے پوچھو زمین سے پوچھو اور تمام چیزوں سے اس بارے میں پوچھ دیکھو

في الظهور الى الغاية التي ما بقي للشك فيه مجال۔ — مراد یہ ہوتی ہے کہ ظہور و نمود میں یہ بات اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب اس میں شک و شبہ کی مجال ہی نہیں۔

دخول نار | گفتگو یہ تھی کہ خلق سموات و ارض و اختلاف لیل و نہار میں اولی الالباب جب اللہ کی نشانیاں مشاہدہ کرتے ہیں تو ہر حال میں اللہ کی یاد اور اس کی مخلوقات میں تفکر کرنے سے ان کو ماننا پڑتا ہے کہ یہ تمام کارخانہ آفرینش باطل اور رائگاں نہیں، اس تیقن کے بعد قلب سلیم اسی رؤف و رحیم کی جانب رجوع کرتا ہے عذاب نار سے پناہ مانگتا ہے، اور رسوائی سے بچنے کی دعا کرتا ہے کہ :۔

رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ۔ — اے ہمارے پروردگار حقیقت میں تو نے جسے آگ میں ڈالا اس کو رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

محل اشکال | آیت میں محل اشکال محسوس ہو رہا تھا کہ دخول نار جب موجب رسوائی ہے تو اللہ کا کام ہے کہ مومنین کو اس سے محفوظ رکھے، قیامت میں کوئی مومن ایک لمحہ کے لیے بھی دوزخ میں نہ جائے اور کسی پر آنچ تک نہ آنے پائے وہ خود کہہ چکا ہے کہ۔

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ — روز قیامت وہ دن ہوگا جس دن اللہ تعالی اپنے پیغمبر کو رسوا ہونے دیگا اور نہ ان مومنین کو جو آپکے ساتھ ایمان لائے۔

احقاق حق | فرمایا۔

ان قوله يوم لا يخزي الله النبي والذين آمنوا معه انما يقتضي ان لا يحصل الاخزاء حال ما يكونوا مع النبي صلى الله عليه وسلم۔ — اللہ تعالی کا یہ فرمانا کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے مومنین صحابہ کو اللہ رسوا نہ کریگا اس کے محض اسی قدر معنی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت کی برکت سے مومنین بھی رسوائی سے محفوظ رہیں گے۔

وهذا النفي لا ينافي اثبات الاخزاء في الجملة — یعنی دوسری صورتوں میں اثبات اخزاء کے منافی نہیں۔

یعنی جن مومنین کو صحبت نبوی کی سعادت حاصل نہیں اور بقدر خطایا و ذنوب کچھ مدت کے لیے وہ معذب بالنار ہوے تو اس آیت سے کیا تناقض ہوا جس میں آنحضرت اور آپ کے صحابۂ مومنین سے خزی و رسوائی کی نفی ہے اور اس کی اسی حد تک تخصیص و تحدید کر دی ہے۔

منادی برحق | عرض کی اسی کے ساتھ یہ آیت ہے:-

رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔

اے ہمارے پروردگار حقیقت میں ہم نے ایک ندا لگانے والے کو سنا کہ وہ ایمان کی آواز دے رہا تھا کہ تم سب اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، اسی آواز پر ہم ایمان لائے لہذا اے پروردگار ہمارے گناہوں کو بخش دے ہماری بدکاریوں کو ہم سے مٹا دے اور نیک آدمیوں کے ساتھ ہمیں موت نصیب کر۔

یہاں ندا لگانے والے سے اکثر مفسرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟-

قرآن کی آواز | فرمایا-

المنادی ھو القرآن لانہ لیس کل احد لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما القرآن فکل احد سمعہ وفہمہ

منادی یعنے ندا لگانے والے سے مراد قرآن ہے، ہر شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کہاں سنی قرآن کی آواز تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد بھی سب نے سنی اور سب اس کا مطلب سمجھے۔

مجاز متعارف | وھذا وان کان مجاز الا انہ مجاز متعارف لان القرآن لما کان مشتملا علی الرشد وکان کل من تاملہ وصل آہ

یہ معنی اگرچہ مجازی ہیں تاہم یہ مجاز متعارف ہے، قرآن تمام تر رشد و ہدایت ہے جس نے اس میں فکر کی اور توفیق الٰہی رفیق ہوئی تو اس کو ہدایت حاصل ہو گئی اس بنا پر

الی الھدیٰ اذ اوفقہ اللہ تعالیٰ لذالك فصار کانہ یدعوا الی نفسہ وینادی بما فیہِ مِنْ اَنواع الدلائل کما قیل فی جَھنّم تدعو من ادبر و تولّی اذ کان مصیرھم الیھا۔

گویا قرآن زبان حال سے خود اپنی جانب لوگوں کو بلاتا ہے اور اپنے گوناگوں دلائل کا خود ہی نعرہ لگاتا ہے کلام اللہ ہی میں جہنم کے متعلق ہے کہ تدعو من ادبر و تولی یعنی جو پیچھے ہٹا اور جس نے منہ موڑا دوزخ ایسے لوگوں کو بلا لےگی کیونکہ ان دوزخیوں کی بازگشت دوزخ ہی تو ہے۔

زمانے کی صدا | و العرب تصف الدھر بانہ ینادی و یعظ و مرادھم منھا دلالۃ تصاریف الزمان۔

عربوں کا دستور ہے کہ زمانہ کی صفت میں ظاہر کرتے ہیں کہ زمانہ آواز دیتا ہے اور نصیحت کرتا ہے جس سے مراد گردش زمانہ کی نشانیاں ہیں۔

قالوا :-

ایک عرب شاعر نے کہا ہے :-

یا واضع المیت فی قبرہٖ

(اے مردے کی لاش کو اس کی قبر میں اتارنے والے)

خاطبك الدھر فلم تسمع

(تجھ سے زمانہ مخاطب ہوا، باتیں کیں، مگر تو نے سنی ہی نہیں)۔

غرض کی اس کے بعد یہ آیت ہے :-

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

اے ہمارے پروردگار ہمیں وہ عطا فرما جس کا اپنے پیغمبروں کی زبان سے تو نے وعدہ کیا تھا اور قیامت کے دن ہم کو رسوا نہ کر حقیقت میں تو وعدہ خلاف نہیں۔

اس میں کئی باتیں محل تامل ہیں۔

(۱) جب وہ جانتے تھے کہ اللہ وعدہ کر چکا ہے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اللہ وعدہ خلاف نہیں تو

وفائے وعدہ کے لیے دعا کی کیا حاجت تھی؟

۲- حصول ثواب مزیل عذاب ہے، یہ کہنا کہ "اپنے پیغمبروں کی زبان سے تونے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر" طلب ثواب ہے، اور یہ عرض کرنا کہ قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کر" طلب ترک عذاب ہے، طلب ثواب میں ترک عذاب خود ہی آگیا تحصیل حاصل کے لیے اعلام معلوم سے کیا فائدہ؟

درخواست کا مطلب | فرمایا۔

المقصود من هذه الآية طلب التوفيق للطاعة والعصمة عن المعصية۔

اس آیت سے مقصود یہ ہے۔
(۱) عبادت کے لیے طلب توفیق
(۲) معصیت سے بچنے کے لیے طلب عصمت۔

فقوله وآتنا ما وعدتنا معناه وفقنا للأعمال التي بها نصير اهلاً لوعدك واعصمنا من الأعمال التي نصير بها اهلاً العقاب والخزي

"ہمیں وہ دے جس کا تو نے وعدہ کیا تھا" اس کے معنی ہیں کہ ہمیں ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما جن کی بنا پر ہم میں تیرے وعدے کی اہلیت آجائے۔ اور ہمیں ایسے اعمال سے بچا جن کی بنا پر ہم عذاب اور رسوائی کے مستحق ہوں

توفیق طاعت و مداومت استبقا | كانه قيل وفقنا لطاعتك فانا لا نقدر على شيء من الطاعات الا بتوفيقك واذا وفقت لفعلها وفقنا لاستبقائها فانا لا نقدر على استبقائها واستدامتها الا بتوفيقك۔

گویا یہ گذارش تھی کہ یا اللہ ہمیں اپنی عبادت کی توفیق دے، بدون تیری توفیق کے ہم سے کچھ عبادت نہیں ہو سکتی اور یا اللہ جب ہمیں اپنی عبادت کی توفیق دے تو اس پر استقامت کی توفیق بھی دے، بدون تیری توفیق کے نہ ہم استقامت پر قادر ہیں نہ استدامت پر قدرت رکھتے ہیں۔

عذاب عظیم | وقوله ولا تخزنا يوم القيمة

"ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا" یہ ویسا ہی ہے جیسے اللہ

شبیۂ بقولہٗ و بدالھم من اللہ مالم	کی جانب سے اُن پر وہ کچھ نمایاں ہوا جس کا انھیں گمان
یکونوا یحتسبون" فانہ ربما ظن الانسانُ	تک نہ تھا"۔
انہ علی الاعتقاد الحق و العمل الصالح	بعض اوقات انسان اپنے آپ کو صحیح الاعتقاد و
ثم انہٗ یوم القیمۃ یظھر لہ ان اعتقادہ	صالح العمل سمجھتا ہے، بعد کو قیامت کے دن ظاہر ہوتا
کان ضلالًا و عملہ کان ذنبًا فھناک	ہے کہ اس کا اعتقاد گمراہی اور اُس کا عمل گناہ
تحصل الخجالۃ العظیمۃ والحسرۃ	تھا، اس وقت اُس کو بڑی خجالت، نہایت حسرت
الکاملۃ والاسف الشدید۔	اور سخت افسوس لاحق ہوتا ہے۔
عذاب روحانی وذلک ھو العذاب الروحانی	یہی روحانی عذاب ہے۔
وھذا العذاب اشد من العذاب الجسمانی	یہ روحانی عذاب جسمانی عذاب سے کہیں زیادہ سخت ہے۔
لانھم طلبوا فی ھذا الدعاء اشیاء	اس دعا میں کئی چیزوں کی درخواست تھی۔
فاول مطالبھم الاحتراز عن العذاب	پہلی درخواست عذاب جسمانی سے بچنے کی تھی یعنی
الجسمانی وھو قولہ فقنا عذاب النار	"فقنا عذاب النار" ہمیں آتش دوزخ سے بچا۔
و آخرھا الاحتراز عن العذاب	آخری درخواست عذاب روحانی سے بچانے کی تھی
الروحانی وھو قولہ ولا تخزنا یوم القیمۃ	یعنی "ولا تخزنا یوم القیمۃ" ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر،
فثبت بذلک ان العذاب	اس رسوائی کا عذاب روحانی عذاب ہے۔
الروحانی اشد من العذاب الجسمانی	اس سے یہ ثابت ہوا کہ جسمانی عذاب کے مقابلہ میں روحانی عذاب سخت ہے

منظر الکرام

حیدرآباد دکن کے زندہ اکابر و مشاہیر کا تذکرہ جدید حیدرآباد کی علمی شخصیتوں کے متعلق اس سے

بہتر ذخیرۂ معلومات اب تک مرتب نہیں ہوا، سرکار عالی کے سررشتۂ تعلیم نے اسکو حوالہ کی عمدہ کتاب قرار دیکر دفاتر و مدارس تحت کو اس کے خریدنے کی ہدایت کی ہے قیمت چھ روپے مولف سے نظام والنیٹرز کلب خیریت آباد کے پتہ پر طلب کیجیے

مولفہ سید منظر علی اشہر